جناب نذیر احمد صاحب

طالبان، ایران اور امریکہ

ایرانی انقلاب کا اصل چہرہ

مضمون نگار سفارتکار کی حیثیت سے تہران میں چودہ سال گزار چکے ہیں۔

۱۹۷۰ء کے آخری عشرے میں جب ایران کے حکمران رضا شاہ نے امریکہ کو آنکھیں دکھانا شروع کردیں تو امریکہ نے اس کو معزول کرنے اور اس کی قائم مقام کی تلاش کے سلسلے میں ضروری کاروائی شروع کردی ۔ اس دوران امریکی سی آئی اے نے اپنی ایک خفیہ تحقیقاتی رپورٹ میں سفارش کی کہ خمینی جوکہ ایک بااثر شیعہ ملا ہے، امریکہ کی عین توقعات کے مطابق شاہ کا متبادل ہوسکتا ہے اور اس خطے میں امریکہ کے اسلام دشمن عزائم کی تکمیل کےلئے بہت مددگار ومعاون ثابت ہوسکتا ہے ۔ چنانچہ جوں ہی آیت اللہ خمینی عراق سے ملک بدر ہوکر فرانس پہنچے ۔ صدر کارٹر نے اپنے ایک چوٹی کے آفیسر رمزے کلارک کو پیرس بھیجا ۔ رمزے کلارک سے خمینی کی کئی خفیہ ملاقاتیں ہوئیں ۔ اس نے خمینی کو امریکہ کی مکمل حمایت کا یقین دلاتے ہوئے معلوم کیا کہ فی الوقت ان کی کیا مدد کی جاسکتی ہے ۔ آیت اللہ خمینی نے واضح کیا کہ ایرانی عوام کی شاہ سے دشمنی اور اس کے خلاف انقلاب کی اصل بنیاد امریکہ سے سخت نفرت ہے لہذا ان حالات میں امریکہ سے کسی قسم کے کھلے روابط کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ۔ البتہ اگر امریکہ چاہئے تو درپردہ دونوں فریق ایک دوسرے کے خلاف دشنام طرازی اور مخالفت کا تاثر دیتے رہیں ۔ ساتھ ہی امریکہ اپنا اثرورسوخ استعمال کرکے شاہ کو جتنی جلدی ممکن ہو ایران چھوڑنے پر مجبور کردے اور یقینی بنائے کہ اس کو کسی صورت کسی ملک میں بھی پناہ نہ ملے ۔ باہمی مفاہمت کے اس خفیہ معاہدہ کے بعد امریکن انتظامیہ نے شاہ پر دباؤ ڈالنا شروع کردیا کہ وہ ایک غیرفوجی حکومت تشکیل دے کر عارضی طور پر ایران سے چلا جائے اس لئے کہ اس کی موجودگی میں ملک میں حالات بہتر ہونے کی کوئی امید نظر نہیں آتی ۔ حالات سازگار ہونے پر وہ واپس آسکے گا ۔ چنانچہ ، فروری ۱۹۷۹ء کو امریکہ کے ایک چوٹی کے آفیسر ائیرفورس جنرل روبرٹ ہائسر اپنے ساتھ صدر کارٹر کا ذاتی پیغام لے کر تہران پہنچے اور شاہ کو عارضی طور

پر ایران چھوڑنے کیلئے راضی کرلیا۔ شاہ کے ملک چھوڑتے ہی خمینی کے لئے ایران واپس آنے اور انقلاب برپا کرنے کیلئے راہ ہموار ہوگئی۔ امریکہ نے خمینی کی انقلابی حکومت کو ۲۴ گھنٹے کے اندر تسلیم کرلیا جبکہ شاہ نے اپنی سلطنت کے سقوط کا ذمہ دار کارٹر کو ٹھہرایا۔ انقلاب کے بعد امریکی سفارتخانے پر ایرانی انقلابیوں کے حملے اور اس کے عملے کو یرغمال بنانا امریکی حکومت کے لئے غیرمتوقع نہ تھا، یہ امرباعث حیرت ہے کہ انقلاب کے وقت سینکڑوں امریکی شاہ کی حکومت کے مختلف اداروں خصوصاً وزارت جنگ میں بطور مشیر تعینات تھے لیکن اس دوران جہاں دوسرے ایرانی ہزاروں کی تعداد میں مارے گئے وہاں ایک امریکی کو بھی گزند نہ پہنچا، بلکہ سب کو بحفاظت ملک بدر کردیا گیا۔ یہ سارے واقعات دراصل امریکہ اور خمینی کے درمیان طے ہونے والے خفیہ سمجھوتے پر عمل کا حصہ تھے تاکہ ایرانی عوام کو دھوکہ میں رکھا جاسکے، انقلاب کے دوران ایران کے ہوائی اڈے ہر قسم کی آمدورفت کیلئے بند کردیئے گئے تھے لیکن ان ہوائی اڈوں خصوصاً تہران میں امریکن باشندوں کو لے جانے کا سلسلہ بغیر کسی روک ٹوک کے انقلاب کے بعد تک بھی جاری رہا۔ انقلاب سے لے کر آج تک ایرانی عوام کو فریب دینے اور دنیا کو گمراہ کرنے کیلئے دونوں ملکوں کے حکمران ایک دوسرے کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے رہتے ہیں۔ خمینی امریکہ کو شیطان کا بزرگ کہتا تھا اور امریکہ ایران کو بین الاقوامی دہشت گرد کے نام سے نوازتا ہے لیکن یہ سب کچھ دونوں کی حکمت عملی کے عین مطابق ہے۔

ہمارے وطن کے پڑھے لکھے لوگ یہاں تک کہ ہمارے اخبار نویس بھی اس پرفریب پروپیگنڈے سے اس حد تک گمراہ اور متاثر ہوچکے ہیں کہ پاکستان میں کثیر تعداد میں شائع ہونے والے اخبار بھی امریکہ کی دھمکیوں کے خلاف ایران کی حمایت اور ہمدردی میں لمبے چوڑے اداریئے اور تبصرے لکھتے رہتے ہیں۔ شاید ان کو یہ معلوم نہیں کہ یہ سب کچھ صرف دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی ایک عیارانہ چال ہے جو صرف زبانی جمع خرچ سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ گو دونوں ملکوں کے سیاسی تعلقات اب تک منقطع ہیں اور ایرانی ذرائع ابلاغ اور مذہبی رہنما اس صورتحال کو بظاہر قائم رکھنے کا تاثر دیتے ہیں، لیکن اس کے باوجود دونوں ملکوں میں اعلیٰ سطح پر روابط قائم ہیں اور گہرا تعاون جاری ہے۔ اپریل ۱۹۹۱ء میں ایک امریکن جہاز ایران کے لئے دوائیں اور دوسرا امدادی سامان لےکر اچانک تہران کے ہوائی اڈے پر اترا، ایرانی اخبارات نے اسکی آمد پر حیرانی کا اظہار کیا اور سخت تنقید کی لیکن تہران کی مذہبی حکومت نے اس واقعہ کی کوئی وضاحت نہیں کی۔ ستمبر ۱۹۹۱

یں لندن کے ایک عربی اخبار نے خبردی کہ ایران اور امریکہ کے اعلیٰ افسران بیروت میں خفیہ
مذاکرات میں مصروف ہیں اور یہ کہ اس ملاقات کی رازداری کو یقینی بنانے کے لئے یہ بات چیت
یک مشہور لبنانی شخصیت کے گھر میں ہورہی ہے۔ خبر میں بتایا گیا کہ یہ بات چیت لبنان میں ایران
ل پروردہ ملیشیا حزب اللہ کے قبضے میں امریکی یرغمالیوں کی رہائی کے لئے ہورہی ہے۔ اس رہائی کے
بدلے میں ایران کو کئی سوملین ڈالر حاصل ہوں گے۔ دی نیوز راولپنڈی (9-11-1991) کے مطابق
۱۹۸۰ء کے عشرے میں ایران عراق جنگ کے دوران امریکہ نے کروڑوں ڈالر کا قیمتی اسلحہ ایران کو
بھیجنے کیلئے پاکستان کی سرزمین کو استعمال کیا اور ترسیل اسلحہ کی یہ کاروائی خفیہ طور پر پشاور سے کی
جاتی رہی اور تین سال تک جاری رہی۔ رپورٹ میں پاکستانی اور اسرائیلی خفیہ اداروں کے حوالے
سے بتایا گیا کہ یہ ترسیل اسلحہ کی کاروائی کرنے والی جماعت پاکستانی حکومت کی معاونت سے پشاور میں
ئی سال تک مقیم رہی۔ اطلاعات میں بتایا گیا کہ اس کاروائی کی تمام تر تفصیلات ایک یہودی افسر
ے ڈی مناشے کی رپورٹ سے لی گئی ہیں۔ یہ افسر اسرائیل کی وزارت دفاع میں ۱۰ سال تک اس
ئیٹی کا کارکن رہا جس کے ذمہ ایران کو امریکن اسلحہ کی باقاعدہ لیکن خفیہ ترسیل کا کام سپرد تھا۔ وہ
سے ایران کو امریکی اسلحہ بھیجنے کی کاروائی کی نگرانی کے سلسلے میں ۱۹۸۵ء میں پشاور آیا۔
مناشے کے مطابق اس امریکن خفیہ کاروائی میں دوسرے کئی پاکستانیوں کے علاوہ فضل حق (سرحد
سابق گورنر) بھی شریک رہا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کے سابق سربراہ عارف
حسینی، صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق اور جنرل فضل حق کا قتل کسی نہ کسی طرح اس کاروائی
ں ملوث ہونے کا منطقی نتیجہ تھا۔

پشاور کے انگریزی روزنامے " فرانٹیئر پوسٹ" مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۹۱ء نے بھی اپنی پانچ کالمی
رپورٹ میں لکھا ہے کہ امریکن سی آئی اے نے ۱۹۸۴ء سے ۱۹۸۶ء تک پاکستان کے ذریعے ایران کو
ئی بلین ڈالر کا اسلحہ سمگل کیا۔ رپورٹ کے مطابق اسرائیلی فوجی ماہرین کی ایک جماعت جو افغان
مجاہدین کی تربیت اور ان کو اسلحہ کی فراہمی کے سلسلے میں پاکستان میں مقیم تھی، ایران کو امریکی اسلحہ
ا فراہمی کے کام کی نگرانی بھی کرتی رہی۔ نیویارک ٹائمز (۹ دسمبر ۱۹۹۱ء) نے خبر دی کہ ایران کو
ئی بلین ڈالر قیمت کا اسلحہ بیچنے کے لئے امریکی حکومت نے اسرائیل کو ۱۹۸۰ء کی دہائی میں، جب
ق سے ایران کی جنگ ہورہی تھی، اجازت دی تھی۔ اس اخبار نے امریکی اور اسرائیلی خفیہ
روں کے حوالے سے لکھا کہ یہ کاروائی ایک معاہدے کے تحت ہوئی جو امریکی وزیر خارجہ ہیگ اور

اسرائیلی وزیراعظم بیگن کے درمیان طے پایا تھا۔ اس معاہدے کے تحت کئی سو ملین ڈالر کا امریکی اسلحہ اسرائیل کے ذریعے ایران کو دیا جاتا رہا۔ ہانگ کانگ کے ہفت روزہ میگزین فار ایسٹرن اکانومک ریویو نے ۱۱ دسمبر ۱۹۹۱ء کو لکھا کہ افغان مجاہدین کو بھیجا جانے والا ۴۰۰ ملین ڈالر کا امریکی اسلحہ ۱۹۸۰ء کی دہائی میں ایران پہنچتا رہا۔ اخبار نے لکھا کہ یہ ہتھیار جن میں آرٹلری اور اینٹی ٹینک میزائل شامل تھے، اس اسلحہ کے علاوہ تھا جو ایران کو ۱۹۸۶ء کے "ایران کونٹرا" سکینڈل کے تحت دیا گیا۔ یا گیا ہے کہ اس آمدنی کو امریکی حکومت نکاراگوا کے باغیوں کے خلاف خفیہ طور پر استعمال کر رہی ہے۔ یاد رہے کہ اس کاروائی پر امریکن کانگریس نے پابندی لگا رکھی تھی۔ ایران کی خبر رساں ایجنسی ارنا نے ۲۲ جنوری ۱۹۹۲ء کو بتایا کہ صدر رفسنجانی نے ایک حکم کے ذریعے اپنے عوام اور فوجی حکام کو امریکہ کے خلاف توہین آمیز نعرے لگانے سے منع کر دیا ہے۔ اس سے پہلے جمعہ کے ہفتہ واری اجتماعات اور فوجی پریڈوں میں امریکہ کے خلاف نعرے لگانا ایک معمول بن چکا تھا۔

۹ مارچ ۱۹۹۲ء کے ایرانی اخباروں نے امریکہ کے اس بیان کی شدید مذمت کی کہ وہ شمالی کوریا کے بحری جہاز جو ایران کے لئے سکڈ میزائل لے کر جارہا تھا پر قبضہ کرلے گا! اخباروں نے لکھا کہ ایران کو ہر قسم کے اسلحہ سے اپنے آپ کو لیس کرنے اور اپنے علاقے کا پوری قوت کے ساتھ دفاع کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔ ایران کے ایک خفیہ ریڈیو (کردستان ریڈیو) نے ۱۴ مارچ ۱۹۹۲ء کو کہا کہ مارچ کے شروع میں جب شمالی کوریا کا ایک بحری جہاز ایران کے لئے سکڈ میزائل لے کر جارہا تھا تو امریکی حکومت اور اس کے اہلکاروں نے اس کے پتہ چلنے پر بڑا شور مچایا اور اعلان کیا کہ بحری جہاز کو ایران پہنچنے سے پہلے ہی پکڑ کر سکڈ میزائلوں پر قبضہ کرلیا جائے گا۔ دنیا اس امریکی کاروائی کا انتظار ہی کر رہی تھی کہ امریکہ نے اچانک یہ انکشاف کیا کہ امریکی جہازوں کا شمالی کوریا کے اس جہاز سے رابطہ کٹ گیا۔ بعد میں یہ بتایا گیا کہ یہ جہاز سکڈ میزائلوں کو لے کر پہلے ہی ایرانی بندرگاہ بندر عباس پہنچ چکا ہے۔ ریڈیو نے بتایا کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ امریکہ اور ایران کی مذہبی حکومت ماضی میں بھی اس قسم کے ڈرامے رچاتی رہی ہیں لیکن حالیہ کھلے مضحکہ خیز ڈرامے کا انداز انتہائی بھونڈا، ناقابل فہم اور غیر پیشہ ورانہ نظر آتا ہے۔ ریڈیو نے کہا کہ شمالی کوریا کے بحری جہاز کا پہلے امریکی نظروں سے اوجھل ہونے اور پھر بندر عباس پر اس کے اچانک ظاہر ہونے کے بیانات سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔ کہ دونوں ممالک کی حکومتوں کے درمیان کوئی نہ کوئی خفیہ معاہدہ یا ملی بھگت ضرور ہے۔ ریڈیو کردستان نے تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمیشہ کی طرح ایران کی مذہبی حکومت نے اپنی دور رضی حکمت عملی کے تحت اپنے عوام اور دنیا کو مغالطہ میں رکھنے کی خاطر پہلے امریکہ کے

معاندانہ رویئے کے خلاف بظاہر بڑا شوروغوغا برپا کیالیکن سکڈ میزائلوں کے بحفاظت بندر عباس پہنچنے کی خبر پر ظاہر کیاکہ امریکی ایجنسیوں کا مفلوج ہوجانا دراصل ایران کے حق میں قدرت کا ایک اور کرشمہ تھا۔ ریڈیو نے کہا کہ وہ لوگ جو ایران کے مذہبی حکمرانوں کی سوچ اور حکمت عملیوں کا ادارک رکھتے ہیں، انہیں اس بات کا بخوبی علم ہے کہ ان حکمرانوں نے امریکہ اور اسرائیل (بظاہر دشمن) کے ساتھ اپنے ناجائز کاروبار کے راز کو کس طرح منافقت اور ریاکاری کے پردہ میں چھپا رکھا ہے اور کس طرح اپنے عوام اور ساری دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکتے رہے ہیں۔ ۱۹۷۱ء میں انگریزوں کے خلیج سے نکلنے کے فوراً بعد شاہ ایران نے خلیج کے دو بڑے جزیروں تمب الکبریٰ اور تمب الصغریٰ (جو متحدہ عرب امارات کی ریاست راس الخیمہ کا حصہ تھے) پر بزور قبضہ کرلیا۔ باوثوق ذریعوں سے معلوم ہوا کہ اس غاصبانہ کاروائی میں شاہ کو امریکہ اور بعض مغربی ملکوں کی پشت پناہی اور حمایت حاصل تھی۔ دوبئی کے نزدیک خلیج کے ایک اور جزیرہ ابوموسیٰ (جس کا ۳/۴ رقبہ شارجہ کے زیر کنٹرول تھا) پر مکمل قبضہ کرنے کے لئے ایران کی مذہبی حکومت نے ۱۹۹۱ء میں ایک پروگرام مرتب کیا تھا اور اس کی تکمیل کیلئے بالآخر مارچ ۱۹۹۲ء میں ایرانی فوجیں اس جزیرہ پر مکمل تحول حاصل کرنے کیلئے چڑھ دوڑیں اور شارجہ حکومت کی تمام تنصیبات کو قبضہ میں لے کر اور مقامی باشندوں کو نکال کر وہاں اپنا جنگی سازوسامان پہنچا دیا۔ امریکہ یا اسکے کسی اتحادی نے اس بحری قذاقی پر ایران کی کوئی مذمت نہ کی۔ بغداد کے عربی اخبار التموار (۱۰ اپریل ۱۹۹۲ء) نے لکھا کہ ایران کو اس کاروائی میں امریکہ اور برطانیہ کی پشت پناہی حاصل رہی تاکہ خلیج کی عرب ریاستوں کو اپنی کمزوری اور بے بسی کا احساس دلاکر اس خطہ میں اپنی فوجوں کی موجودگی کے لئے جواز پیدا کیا جاسکے۔ دی نیوز راولپنڈی (۹ جنوری ۱۹۹۳ء) کے مطابق امریکی اسلحہ کے ماہر ڈونلڈ ملطے نے کہا ہے کہ امریکہ بڑے پیمانے پر کیمیکل ہتھیار بنانے میں ایران کی مدد نہیں کررہا۔ جب ان سے امریکہ کی طرف سے ایران کو بڑے پیمانے پر کیمیکل مواد کی سپلائی کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ انہیں اس کا علم نہیں اس بات کا پورا یقین ہے کہ ایران کو دیا جانے والا کیمیکل مواد بلاشبہ تجارتی مقاصد کے لئے ہی ہوسکتا ہے۔ ایران کے وزیردفاع اکبر تورکان نے ۸ جون ۱۹۹۳ء کو اخبار نویسوں کو بتایا کہ امریکن فوجوں کی خلیج میں موجودگی ایران کیلئے کسی قسم کے خطرات کا باعث نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ خلیج کے علاقے میں امریکہ ایران کو نہ تو دھمکیاں دے رہا ہے اور نہ ہی ہم اس کے لئے کسی خطرے کا باعث ہیں۔ ایران امریکہ تعلقات کی نوعیت یعنی بین الاقوامی سطح پر ایک دوسرے سے بظاہر دشمنی کا اظہار لیکن درپردہ باہمی تعاون کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ عراق کے

ساتھ اپنی آٹھ سالہ جنگ میں ایران صدام حسین کو برطرف کرکے وہاں شیعہ انقلاب لانے میں خود تو کامیاب نہ ہوسکا لیکن ایران کی جانب سے یہی کام انجام دینے کےلئے اب امریکہ سرگرم عمل ہے۔ ادھر افغانستان میں بھی طالبان کے خلاف ایران اور امریکہ کا تعاون ایک کھلی حقیقت ہے۔ انہوں نے روس اور ہندوستان کے ساتھ مل کر طالبان دشمن دھڑوں کی مدد کےلئے مزارشریف میں جدید اسلحہ کے انبار لگادیئے ہیں۔ یہ اسلام دشمن طاقتیں نہیں چاہتی ہیں کہ افغانستان متحد اور مستحکم ہو اور وہاں صحیح اسلام نافذ ہو۔

افغانستان کا ۹۰ فیصد سے زیادہ علاقہ طالبان کے قبضہ میں آچکا ہے اور ہم نے ان کی حکومت کو تسلیم بھی کیا ہوا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ہم اقوام متحدہ اور دوسرے بین الاقوامی اداروں میں طالبان کی نمائندگی کےلئے آواز اٹھاتے لیکن ہم شاید ایران اور امریکہ کے دباؤ میں آکر افغانستان میں ایک وسیع البنیاد حکومت کے قیام کی حمایت میں لگے ہوئے ہیں تاکہ کسی طرح افغانستان میں شکست خوردہ دھڑوں کو بالادستی اور غلبہ حاصل ہوجائے۔ امریکہ اور ایران کے اسلام دشمن کردار کو طالبان ہم سے بہتر سمجھتے ہیں اور اسی لئے ان کو کوئی گھاس نہیں ڈالتے۔ لیکن ہم اپنے طور پر طالبان سے ملانے کیلئے ایرانی نمائندوں کو ساتھ ساتھ لیئے پھیر رہے ہیں۔

نوٹ :۔ مزار شریف پر طالبان کے قابض ہوجانے کے بعد ایران جس طرح ہمارے خلاف الزام تراشی اور بیان بازی کررہا ہے وہ ماضی میں ہماری کمزور اور معذرت خواہانہ حکمت عملیوں کا منطقی نتیجہ ہے۔ (بشکریہ روزنامہ "اوصاف")